© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

حیات الاموات، نظریہ اسلام، اکابر علماء اسلام

از افادات مولانا سید نورالحسن بخاری، مولانا محمد امیر میانوی، مولانا اللہ یار خان رحمہم اللہ

سونے والا اور بیدار دونوں زندہ مگر نائم میں بیدار کی طرح زندگی کے آثار و علامات نہیں۔ یہ اٹھ نہیں سکتا، چل پھر نہیں سکتا، کھا پی نہیں سکتا، افعال اختیار یہ کا صدور اس سے ممکن نہیں۔ اس سب کے باوجود اسے مردہ کوئی نہیں کہتا، ہر کوئی زندہ کہتا ہے۔ اسی طرح مرنے والے پر مردہ ہی کا اطلاق ہوتا ہے (سوائے شہدا کے کہ اللہ نے ان کو مردہ کہنے اور مردہ خیال کرنے سے حکماً منع کر رکھا ہے)۔ مرنے والے میں ایک نوع کی زندگی پیدا ہو جانے کے باوجود اسے زندہ کوئی نہیں کہتا ہر کوئی میت کہتا ہے۔ پھر ایک گونہ حیات کے باوجود قبر میں بدن کو نہ تو خوراک وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ ہی اس کی حرکات اور اس پر واردات کا کسی کو علم و احساس اور مشاہدہ ہوتا ہے۔

قبر سے کیا مراد ہے۔ اللہ نے فرمایا **لا تقم علی قبرہ** منافق کی قبر پر کھڑے مت ہوئیے۔ ارشادات صحابہ و اقوال فقہا و محدثین میں بھی قبر کا لفظ حسی قبروں کے لیے آیا ہے۔ تاہم اگر کوئی درندوں کی خوراک بن جائے۔ دریا سمندر یا آگ کا لقمہ بن جائے تو جہاں جہاں اس مرنے والے کے اجزاء ذرات جسم ہوگا وہی اس کی قبر شمار ہوگی اور وہیں اس کو عذاب یا نعیم آخرت کی جھلک اور احساس میسر ہوگا۔ قرآن پاک میں قبر یا اس کا ہم مادہ لفظ آٹھ بار استعمال ہوا ہے۔ اس سے یہی حسی قبر مراد ہے عالم برزخ یا احوال برزخ مراد نہیں۔ اسی طرح حدیث رسول میں بھی قبر کے لفظ سے قبر محسوس مراد لی گئی ہے۔ اور احادیث رسول میں عذابِ قبر اور شہودِ نعیمِ جنت دونوں روح مع الجسد کو ہوتا ہے۔ تاہم حیات، عذاب و ثواب کے لیے ڈھانچے کا محفوظ رہنا۔ اکابر اہل سنت محققین فقہا، محدثین و متکلمین کے نزدیک شرط نہیں، اجزائے متفرقہ میں بھی قدرت باری تعالیٰ سے حیات و عذاب کا اعادہ و تحقیق ممکن ہے اور حیات ایسے اجزائے بدن میں بھی پیدا کی جاتی ہے جن کو نگاہ محسوس نہیں کر سکی (شامی ص ۲۰۱، ۳۲۰)۔ ہم قبر میں کسی کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتے کہ یہ عالم غیب کی چیز ہے۔ یہاں عقلی دلائل کی بحث جہالت ہے (فیض الباری ص ۴۷۶، ج ۲)۔ صوفیاء کے نزدیک عذابِ قبر بدن مثال کو ہوتا ہے مگر اس حقیقت کو خود سرتاج صوفیاء حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمایا ہے کہ ''**مــا ایشــان را مــعذور داریـم و طـاعـت فکینم. ایں جا وقول ابی حنیفه و ابی یوسف وقول اما م محمد معتبر است نه عمل ابوبکر شبلی و ابو الحسن نوری**'' (مکتوبات)

قبر برزخ کا ایک حصہ ہے۔ برزخ کیا ہے؟ برزخ تین چیزوں سے عبارت ہے مکان، زمان، احوال۔ مکان قبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے علّیین تک جسے نیک روحیں آباد کرتی ہیں اور قبر سے سجّین تک جسے بدکار لوگوں کی روحیں آباد کرتی ہیں۔ زمان سے وہ مدت مراد ہے جو کسی انسان یا جن کے مرنے سے لے کر اس وقت تک ہے جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ **یوم یبعثون**۔ اور حال سے یہ مراد ہے کہ وہ شخص انعام یافتہ ہوگا یا معذب ہوگا یا محبوس ہوگا کہ نکیرین کے سوال و جواب سے خلاصی پانے کے لیے پابند ہوگا (الحاوی للفتاوی ص ۳۲۷، ج ۲۔ از علامہ سیوطی)۔ مکان برزخ قبر سے علّیین تک اور قبر سے سجّین تک ہے یعنی علّیین اور سجّین کی ابتدا قبر سے ہوتی ہے اور قبر کا گڑھا علّیین یا سجّین کی حدود میں داخل ہے۔ اب یہ سوال بھی حل ہوگیا کہ یہ فرمان نبوی قبر پر جا کر **السلام علیکم یا اھل القبو** ر کہا جاتا ہے تو روح اسے کیسے سنتی ہے جبکہ وہ تو علّیین یا سجّین میں ہے۔ معلوم ہو چکا کہ قبر میں علّیین یا سجّین کا نقطہ آغاز ہے۔ میت پر انعام یا عذاب اسی وسیع مکان برزخ (قبر سے علّیین یا سجّین تک) میں شروع ہو جاتا ہے اب وہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بآسانی سمجھ میں آ گیا کہ **القبر روضة من ریاض الجنة أو حفرة من حفر النار**۔ اس کے سوا نہیں کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا (الحدیث)۔ الحاصل کچھ عذاب قبر سے شروع ہو جاتا ہے پھر جہنم میں داخل ہونے پر پورا عذاب ہوگا (فیض الباری ص ۴۹۲، ج ۲)۔ المختصر قبر سے علّیین یا سجّین تک کا علاقہ اور موت سے حشر تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے۔

امام ابن قیم کی ایک عبارت کے تحت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”ربّ العالمین اس سے کیسے عاجز ہے کہ جس پر چاہے قبر کشادہ کرے اور لوگوں کی نظر سے اسے پوشیدہ رکھے۔ وہ قادر ہے کہ ایک چیز لوگوں کو تنگ دکھائی دے حالانکہ وہ بہت کشادہ ہو۔ خوشبودار، نورانی اور روشن ہو۔ لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں اسی طرح اس کے برعکس قبر کا تنگ یا فراخ ہونا عالم باطن کے اسرار میں سے ہے اہل دنیا کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ نہ ان کی عقلیں اسے معلوم کر سکتی ہے۔ ہاں اہلِ کشف اولیاء اللہ دیدۂ باطن سے بسا اوقات اسے دیکھ لیتے ہیں (المصالح العقلیہ ص ۳۲۶) اور جن کے علم و عقل کی پہنچ وہاں تک نہیں وہ اسے جھٹلا دیتے ہیں۔ (کتاب الروح) کیا یہ حقیقت نہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے ان کو قرآن پڑھاتے مگر حاضرین نہ سن سکتے تھے نہ جبریل کو دیکھ پاتے۔ فرشتے بحکمِ الٰہی مختلف غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے، کافروں کے جوڑوں پر مارتے ان کی گردنیں اڑاتے مگر عام مسلمان نہ ان کی باتیں سن سکتے نہ ان کو دیکھ پاتے اور یہ جنات ہمارے درمیان بلند آواز سے باتیں کرتے ہیں ہم نہیں سن پاتے (حوالہ بالا)۔

عالم برزخ کے احوال کو اللہ نے اپنی حکمت اور خصوصی رحمت سے مخفی رکھا ہے کیونکہ عام لوگوں میں ان حوادث کے دیکھنے سننے کی طاقت نہیں۔ بندہ کی بینائی اور قوت سماع عذاب کے مشاہدہ سے کمزور ہے۔ جن کو عذاب قبر دکھایا گیا ان میں سے اکثر بیہوش ہو گئے۔ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ بعض کے دل پھٹ گئے۔ اور مر گئے اور بعض ایک عرصہ تک دنیوی زندگی سے متمتع نہ ہو سکے۔ (کتاب الروح)

محققین فرماتے ہیں ”ارواح جہاں بھی ہوں ان کا اجسام کے ساتھ اتصال ہوتا ہے جس کی حقیقت اللہ کے سوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی نہیں جانتا اسی اتصال کی بناپروہ سلام کا جواب دیتی سلام کرنے والے کو پہچانتی ہیں۔اسی اتصال سے ان پران کا ٹھکانا جنت یا جہنم پیش کیا جاتا ہے خواہ بدن بوسیدہ اور ذرہ ذرہ ہوجائے۔(کتاب الروح،شرح فقہ اکبر،روح المعانی،شرح الصدور،تفسیر مظہری)۔اسی اتصال وتعلق الروح بالجسد کو حیاۃ فی القبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہ نوعاً من الحیاۃ جمیع اموات سے متعلق ہے۔یہ انبیاء وصدیقین وصالحین سے مختص نہیں۔ان مقدسین کو تو علّیین میں نہایت بابرکت باسعادت تقرب والی حیاۃ حاصل ہے۔(شفاء السقام)اتحاد الروح بالجسد سے قبر میں جو حیاۃ تسلیم کی گئی ہے وہ دنیوی زندگی سے مشابہ نہیں اس سے مختلف ہے لیکن پیدا کردیا جاتا ہے کہ اس سے عذابوں اور نعمتوں کا احساس ہوسکے اسی تعلق کو نہ صرف عرفِ عام میں بھی زندگی کہا جاتا ہے بلکہ عندالله اور عندالرسول بھی یہی تعلق زندگی ہے،(مفہوم تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ ۱۲۹۵ء)البتہ حیاتِ قبر کو دنیا کی زندگی کی طرح سمجھنا غلط ہے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے سونے والے کا حال زندہ اور مردہ کے بین بین ہوتا ہے اسی طرح برزخ میں روح کا تعلق بدن اور اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔نائم اور بیدار زندہ تو دونوں ہیں،روح دونوں میں برابر ہے مگر دونوں کی زندگی میں فرق ہے۔نائم زندہ ہے مگر اس کا حال زندہ اور مردہ کے بین بین ہے۔اسی طرح قبر کی زندگی زندگی تو ہے مگر دنیا کی زندگی کی طرح زندگی نہیں بس ایک گونہ زندگی ہے۔علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مردہ کے اندر اس قسم کا ادراک پیدا کردیتے ہیں جس سے وہ الم ولذت دکھ اور سکھ کا احساس کرسکے گویا وہ زندہ ہوگیا جامد مطلق نہ رہا۔صاحب نبراس ایک اور مثال سے سمجھاتے ہیں”روح کا تعلق بدن کے ساتھ ایسے قائم ہوجاتا ہے جیسے چوتھے آسمان سے سورج کی شعاعوں کا تعلق زمین سے قائم ہوجاتا ہے۔اور انسان وحیوان ونباتات کی زندگی کا سبب بن جاتا ہے۔صاحب قسطاس نے کہا اس سے موت کے اطلاق کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہ زندگی حیات اور موت کے درمیان ہے،جیسے نیند موت اور حیات کے درمیان برزخی زندگی کو دنیوی زندگی کی طرح سمجھنا عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے“(تسکین الصدور)سونے والا شخص بظاہر ساکن ہوتا ہے مگر خواب کے تکلیف دہ یا سکون بخش اور لذت انگیز مناظر(بند آنکھوں کے باوجود)دیکھ رہا ہوتا ہے۔ان تکالیف ولذات کا اثر بسا اوقات بیداری پر بھی موجود ہوتا ہے(المسامرہ ص۱۱۸)یہ سب رنج وراحت لذت والم سونے والے کو محسوس ہوتا ہے۔پاس بیٹھے شخص کو یہ لذت وآرام محسوس نہیں ہوتے(کتاب الروح ص۸۸)مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ جنگل میں ہے۔سامنے شیر آرہا ہے وہ ڈر کے مارے بھاگتا ہے چیخیں مارتا ہے۔بیدار ہونے پر محسوس کرتا ہے کہ اس کا جسم خوف کے مارے کانپ رہا ہے پسینے میں شرابور ہے۔اس تکلیف کا اثر بالذات تو روح پر ہوا۔مگر بالتبع جسم کو احساس ہوا جو لرزہ اور پسینے کی صورت میں ظاہر ہوا یہی صورت لذت انگیز اور مسرت بخش خوابوں کی ہے۔اس طرح دنیا میں احکام شرعی کا مکلّف بالذات بدن ہے اور بالتبع روح جبکہ برزخ میں بالذات روح پر عذاب وثواب کا اثر ہوتا ہے اور بالتبع بدن پر۔خواہ بدن کے ذرات منتشر ہوجائیں۔حیات بالذات روح کی صفت ہے بالتبع بدن کی اور عذاب وثواب کے لیے حیات شرط ہے اس لیے روح اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدن دونوں متاثر ہوتے ہیں۔روح بالذات اور بدن بالتبع ۔(حیاۃ برزخیہ ص ۱۱۸)

نیند کوموت اور بیداری کو حیات فرما کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح شام اس حقیقت پر بالاصرار والتکرار ایمان لانے اور اقرار دہرانے کا حکم دیا ہے۔فرمایا سوتے ہوئے کہو **اللھم باسمک اموت واحییٰ** ۔تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوگا۔فصیح عربی کا دامن بے حد وسیع ہے **اموت واحییٰ** کی جگہ **انام واستیقظ** کہنے میں کیا حرج تھا۔اور فرمایا جاگتے پر اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہو **الحمداللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور** ۔ کام بنانے کی ساری صفات اس اللہ کی ہیں جس نے مارنے کے بعد ہمیں پھر زندگی بخشی اور بالآخر اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے۔یہاں بھی سونے کو موت اور جاگنے کو حیات کہا۔کیا حرج تھا اگر احیانا کی بجائے ایقظنا اور اماتنا کی بجائے ارقدنا بتادیا جاتا مگر نہیں ہمیں نیند میں ایک تعلق روح کا ظاہری حیات کے اعمال کے انقطاع کا سمجھا کر ایک بہن نیند سے دوسری بہن موت کی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا لہٰذا سونے جاگنے کی دعاؤں میں سونے کو موت اور بیداری کو **حیاۃ بعد الاماتۃ** فرمایا گیا تا کہ برزخی زندگی کی طرف اشارہ ہوجائے۔

اب رہا مسئلہ میت کے سننے کا روح کا تعلق بہت دور عالم ملکوت سے مقبور جسم کے ساتھ قائم ہوتا ہے اسی لیے احادیث میں اور عرف عام میں بھی میت کا ذکر کیا جاتا ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ علّیین والی روح یا سجّین والی روح سنتی ہے بلکہ خطاب اہل قبور کو کیا جاتا ہے البتہ مردے سنتے نہیں سنائے جاتے ہیں ورنہ آدمی تو زندہ بھی چندفٹ کے فاصلے پر بات نہیں سن سکتا۔ہاں اللہ چاہے تو مسجد نبوی کے منبر سے حضرت عمر کی پکار الجبل الجبل سینکڑوں میل دور مجاہد صحابی کو محاذ پر سنا دیتا ہے۔غور فرمائیں ایک آدمی بہرہ تھا اللہ نے قوت سماع سلب کر لی تھی نہیں سن سکتا تھا۔نیند میں بھی نہیں سن سکتا تھا چادر سے پرے گھر کے اندر سے نہیں سن سکتا تھا۔اب مر گیا ہے منوں مٹی کے نیچے پڑا ہے۔نہ کوئی دریچہ ہے نہ کوئی سوراخ مگر اللہ چاہے تو سنا سکتا ہے اور اس طرح مردہ سن سکتا ہے اور جواب دے سکتا ہے۔دسیوں حدیثوں میں اہل قبور کو بہ صیغہ حاضر خطاب ہے۔اہل مقابر کو بہ صیغۂ حاضر سلام کہنے کی تلقین ہے۔بات ساری اللہ کے دکھانے سُنوانے کی ہے۔سیکڑوں میل دور مجاہد کمانڈر ساریہ کا محاذ اور صف بندی دکھادی اور نہ دکھلایا تو مسجد نبوی کے اندر موجود ابولولو مجوسی ملعون قاتل کو نہ دکھایا۔مصر سے اپنے محبوب فرزند یوسف کی خوشبو اللہ نے چاہا تو سیکڑوں میل دور فراق دیدہ یعقوب علیہ السلام کو پہنچادی لیکن نہ چاہا تو بستی کے باہر ویران کنوئیں میں پڑے یوسف کی خبر نہ ہوسکی۔اللہ چاہے تو کنکروں پہاڑوں کو بلوالے، کھجور کے خشک تنے کو فراق نبوی میں ذی شعور انسان کی طرح رلائے۔مردہ خود نہیں سن سکتا اس میں سننے کی صلاحیت نہیں، اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں سنا سکتے مگر اللہ چاہے تو ہڈیوں کے چورہ اور مرنے والے کے منتشر اجزا، محروقہ وما کولہ اجزا کو سنا سکتا ہے۔اس قادر کے لیے کوئی امر ناممکن نہیں، مشکل بھی نہیں وہ تو ”**علی کل شی قدیر**“ ہے ”**ان اللہ یسمع من یشاء**“ قبروں والوں کو آپ نہیں سنا سکتے اللہ جسے چاہے سنا دیتا ہے۔اہل اسلام کی قبروں پر سلام کہنا نبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ السلام کا حکم ہے۔ سلام کہنے والے کی طاقت نہیں کہ اہل قبور کو سنا سکے نہ اہل قبور کو طاقت ہے کہ سن سکیں۔ ہاں سنانے والا خود اللہ رب العزت ہے۔ وہ سنا سکتا ہے سنا رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سماع موتیٰ اصل میں تو خرق عادت ہے مگر ان مخصوص مواضع میں اللہ نے اسے عادت اور معمول بنالیا ہے۔ لہٰذا اب یہ کرامت نہیں عادت ہے۔ اور اب حسبِ ارشاد رسول مقبول علیہ التحیۃ والتسلیم، مردہ ولی ہو یا غیر ولی اسی طرح صاحبِ سلام ولی ہو یا غیر ولی ہو ہر ایک کا سلام سنتا ہے اور بطورِ کرامت ان مواضع کے علاوہ بھی سُنوانے پر اللہ قادر ہے۔ اللہ رب العزت کی لامحدود قدرت کے لحاظ سے سمندر میں راستے بنانا، یا دریاؤں پر اصحاب رسول علیہم الرضوان کے گھوڑے دوڑانا، پتھر سے پانی کے چشمے جاری کرنا، نارِ نمرود کو گلزارِ ابراہیم میں بدل دینا، لاٹھی کا اژدہا بنانا، اپنے نبی کی پھینکی ہوئی مٹھی بھر مٹی کو سارے لشکرِ اعدا کی آنکھوں میں پہنچا دینا اور اس طرح کے دیگر بے شمار معجزات وکرامات کی طرح سماع موتیٰ بھی اس عالم کے ضوابط کے خلاف سہی، مگر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی خبر دی ہے تو ہم بہ صمیمِ قلب اس پر ایمان لائے ہیں۔ ظاہری آنکھ تو سوئے ہوئے انسان کے جسم پر خواب کے اندر واردات کو نہیں دیکھ سکتی، وہ مردہ انسان کے جسم پر قبر میں واردات کو کیا دیکھے گی۔ مقبور ومدفون انسان کے بدن پر وارد عذاب ونعمائے جنت کو دنیوی ظاہر بین آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ اللہ رب العزت جب چاہیں اپنے مقبول اور مقرب بندوں کو قبر کے اندر آلام وآرام اور عذاب وراحت مطلع فرمادیتے ہیں۔ عام آدمی کو ان باتوں کا علم نہیں ہوسکتا۔ لوگوں کو تو میت کی پکار ”قدّمونی قدّمونی “اور” این تقدّمو ننی“ کا علم وسماع بھی نہیں ہوتا حالانکہ نبی الحرمین صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں بالصراحت بتادی ہیں ایسے میں قبر کے اندر کے احوال واعمال کا علم کسی کے بس میں کہاں؟

نیند میں روح نکال لی جاتی ہے تاہم اس کا تعلق بدن کے ساتھ برقرار رہتا ہے۔ نائم خواب کے اندر کھاتا پیتا چلتا پھرتا سیر وتفریح کرتا ہواؤں فضاؤں آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے۔ ساتھ بیٹھا انسان اسے بے حس وحرکت ساکت وجامد کہتا ہے بالکل اسی طرح موت کے بعد جب روح کا ایک طرح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوجاتا ہے، عام آدمی فرق محسوس نہیں کرتا، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ سلام سنتا اور جواب دیتا ہے۔ مخبر صادق نے ہمیں خبر دی ہے۔ اللہ اور رسول کی خبر پر بن دیکھے ہمارا ایمان ہے۔ پھر کبھی کبھی نائم کی بات ہمیں سنوار بھی دیتے ہیں اور اس کے رونے ہنسنے پر ہمیں ہمیں مطلع فرمادیتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی اللہ کریم جسد مقبور ومدفون کی تلاوت قرآن کی آواز اہلِ دنیا کو سُنوادیتے ہیں۔ بہرطور حقائق برزخ ہمارے مشاہدہ سے بالا ہیں۔ ہمارے آنکھوں میں ان کے مشاہدے کی صلاحیت ہی نہیں۔ بس ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایمان بالغیب کافی ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ جسم پر پیش کیا جاتا ہے اور روح کو جسم سے اتصال ہے انبیاء وشہدا وصالحین کی قبروں پر سلام کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں جسم کے ساتھ ان روحوں کے سریع اتصال کی کیفیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نائم کی روح اس کے جسم سے متصل رہتی ہے جس سے نیند میں عذاب وآرام محسوس ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔(شرح فقہ اکبرص ۹۰) اب میت کو نائم پر قیاس کرلو۔ جب نائم کی روح نکل جانے کے بعد بدن سے اتصال رکھ سکتی ہے تو میت کی روح کا اتصال کیوں ممکن نہیں جبکہ قرآن وحدیث میں نیند کو موت ہی کہا گیا ہے۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ''قبر میں بدن پر روح کی شعاعوں کے انعکاس کے سبب بدن سے روح کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے''۔ امام ابن قیم نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ خیال محض غلط ہے کہ روح بھی جسم کی طرح ایک مکان میں مکین ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اسی مغالطہ کا شکار ہوجاتے ہیں کہ وہ روح کو اجسام کی جنس میں سے خیال کرتے ہیں جو ایک جگہ کسی کام میں مشغول ہو تو اس کا دوسرا جگہ ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ روح کی شان بالکل دوسری سے ایک ہی وقت میں اعلیٰ علیین میں فوق السماء ہوتی ہے اور اسی وقت قبر کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اب دو میں سے ایک بات یہ کہ وہ اتنی سریع الحرکت سریع السیر ہے کہ پلک جھپکتے میں فوق السماء سے قبر تک آجاتی ہے، پھر چشم زدن میں اپنے مقام ومستقر کو منتقل ہوجاتی ہے، یا یہ کہ اپنے محل اور مقر پر رہتے ہوئے اسے قبر سے ایسا اتصال وتعلق ہے کہ شعاع شمس کا اصل وجود تو آسمان میں ہے لیکن شعاعیں زمین پر (حتیٰ کہ مکانوں کمروں کے اندر) پڑ رہی ہیں اور کائنات کی زندگی کا سبب ہیں۔ کوئی بھی شکل ہو، روح کا اپنے مستقل ٹھکانے پر رہتے ہوئے میت کے ساتھ تعلق ضرور ہے۔ پھر علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ''بدن میں روح پہنچ جاتی ہے خواہ ایک جز مشرق میں دوسرا مغرب میں ہو'' یعنی اجزائے بدن خواہ کتنے باریک ہوں بکھرے ہوئے ہوں روح کا تعلق واتصال ان تمام اجزا سے ہوتا ہے البتہ یہ تعلق انبیاء، صدیقین، صالحین، عام مومنین اور کفار میں متفاوت ہوگا۔

امام بغوی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے فرمایا نیند کے وقت روح خارج ہوجاتی ہے اور جسم میں اس کی شعاع باقی رہ جاتی ہے، اسی سے انسان خواب دیکھتا ہے۔ پھر جب انسان نیند سے جاگتا ہے تو روح پلک جھپکنے سے زیادہ تیزی کے ساتھ جسم کی طرف لوٹ آتی ہے (تفسیر معالم التنزیل تحت آیۃ: اللہ یتوفی الانفس) مشاہدہ بھی یہی ہے کہ نائم بے روح تو ہے مردہ نہیں۔ نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا ہے، نہ اٹھتا ہے، نہ بیٹھتا ہے، نہ بولتا ہے۔ بے حس و حرکت، بے سدھ، بے خبر، بے شعور پڑا ہے۔ اس لحاظ سے گویا مردہ ہے لیکن حقیقت میں مردہ نہیں۔ اس کی نبض چل رہی ہے۔ دل دھڑک رہا ہے دوران خون جاری ہے حالانکہ نائم کی روح بہ نص قرآن اللہ نے قبض فرمائی ہے۔ بہ نص حدیث وہ عنداللہ عرش کے قریب ہے مگر اس کا کچھ تعلق جسم کے ساتھ ہے ضرور، جس کی وجہ سے جسم زندہ ہے مردہ نہیں۔ اسی تعلق کی تعبیر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی کہ عندالنوم روح تو خارج ہوگئی تاہم اس کی شعاع فی الجسد باقی رہ گئی۔ گویا روح کا تعلق واتصال جسم کے ساتھ برقرار ہے۔ پھر اصل روح پلک جھپکنے سے زیادہ تیزی کے ساتھ عرش سے فرش پر واپس آتی ہے (**عاد الروح الی جسدہ بأسرع من لحظۃ**) اور آدمی جاگ اٹھتا ہے۔ جو روح نیند میں سریع الحرکت اور اسرع من لحظۃ ہوسکتی ہے، وہ نیند کی بڑی بہن موت کے وقت سریع الحرکت اور سریع السیر کیوں نہیں ہوسکتی؟ بحالت موت روح کا جسم کیساتھ شعاع کی شکل میں تعلق واتصال رکھنا اور اسرع من لحظۃ (پلک جھپکنے سے تیز تر) سیدنا علی کے ارشاد سے بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہے اور مشاہدہ سے بھی۔

قاضی شمس الدین تحریر فرماتے ہیں ''ارواح طیبہ کا ابدان مبارکہ سے تعلق، جس کی کنہ ہم نہیں جانتے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ ایمان کے لیے ہم اتنا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک شخص یہ یقین کر لے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زندہ ہیں جس کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے''۔ (مسالک العلماء ص ۱۶۸) انبیا علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد اور کروڑوں اولیاء وصلحاء کا سلسلہ دنیا میں گزرا ہے، مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ گزرے ہیں وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں، کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کیے دیتے ہیں گو عقل ادراک نہ کر سکے۔ جیسے کان اگر دیکھ نہ سکیں تو ان کا کیا قصور ہے دیکھنا ایک اور قوت (آنکھ) کا کام ہے۔ غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے صرف محسوس نہ ہونے سے کسی امر کا انکار عقل کی بدہضمی ہے'' (المصالح العقلیہ حصہ سوم ص ۳۲۶)۔ امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شہداء کے حق میں قرآن کا اعلان ''أحیــآء'' حیات میت کی دلیل ہے۔ اسی حقیقت کے ساتھ سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ ہے۔ مٹی کوئی اثر جسد اطہر پر نہیں کر سکتی۔ اللہ نے قبر میں ان کو وہ حیات دی ہے جو ان کی شان کے مناسب ہے۔ میں نے مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہ سنا یہ تو اہل سنت کا ایک متفقہ حق مسئلہ ہے۔ مسکین نصیر الدین غور غشتوی (مقام حیات ص ۲۷۰) اور سُنیے ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ سنتے ہیں'' (ماھنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی) اس اعلان پر قاری محمد طیب قاسمی مولانا غلام اللہ خان اور قاضی نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ کے دستخط ہیں۔ بمقام راولپنڈی مورخہ ۲۲ / جون ۱۹۶۲ء۔ مسلکِ اہل حدیث کے امام محدث اعظم مولانا سید نذیر حسین لکھتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں۔ لیکن ان کی کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں'' (ضمیمہ فتاوی نذیریہ) کیفیت میں بحث کی ضرورت ہی کیا ہے اجمالی ایمان کافی ہے سارے اکابر یہی فرماتے ہیں۔ (نور الحسن بخاری) باقی یہ خیال کہ نبی کریم کا ہمارا سلام سننا دواعی شرک میں سے ہے، جواباً عرض ہے کہ سلام سننا اور جواب دینا تو ہر صاحب قبر کے لیے بہ احادیث صحیحہ ثابت ہے تو پھر اللہ کے محبوب رسول علیہ السلام کا سماع وجواب کیوں داعیۂ شرک بنے گا؟ داعیۂ شرک تو یہ تصور ویقین ہے کہ اہل قبور ہماری پکار فریاد سنتے ہیں سو ہماری حاجتیں پوری کرتے ہیں، ہمیں نفع پہنچاتے یا نقصان سے بچاتے ہیں۔ ایسی نداء لغیر اللہ سے ہی قرآن وحدیث میں منع کیا گیا ہے۔

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com